www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کتاب و حکمت

پروفیسر عبدالحفیظ
پروفیسر محمد ایوب

ترجمان القرآن

انسائیکلوپیڈیا آف قرآن

آیت نمبر ۱۱۴

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسَٰجِدَ اللَّهِ أَن يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا ۚ أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَن يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ

"اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو سکتا ہے، جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام ذکر کرنے سے منع کرے، اور ان کی ویرانی میں کوشاں ہو، ان لوگوں کے لئے تو لائق نہیں تھا کہ وہ ان میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں بہت بڑا عذاب"

تشریح:

عیسائی رسولِ اکرم ﷺ کو منصف مانتے تھے اور یہود کو ظالم کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

سے دشمنی کی اور ہم نے ان کو مانا، اللہ فرماتا ہے کہ جب نصاریٰ نے غلبہ پایا تو مسجد بیت المقدس کو ویران کیا۔ یہودیوں کی دشمنی میں آکر ان کی مسجدیں اُجاڑ دیں۔ سو یہ کیا انصاف ہے کہ آدمیوں کی ضد سے اللہ کی مسجدیں ویران کریں۔ پھر فرمایا کہ یہ بھی لائق نہیں کہ وہ اس ملک میں حاکم رہیں، آخر اللہ نے ملک شام مسلمانوں کو دے دیا

ابنِ کثیرؒ کا قول ہے کہ ان مانعینِ مساجد سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس امر میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ نصاریٰ ہیں، مجاہد نے کہا: وہ بیت المقدس میں ایذا کی چیزیں ڈالتے ہیں، لوگوں کو نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ویرانی میں کوشاں سے مراد بخت نصر بادشاہ ہے۔ اس کے سپاہیوں نے بیتُ المقدس کو اجاڑا، عیسائیوں نے اس کی مدد کی۔ اور یہ کام محض یہود دشمنی کی وجہ سے کیا۔

بخت نصر بابلی مجوسی تھا۔ اس قول میں اہل سِیَر کا اتفاق ہے کہ بخت نصر کا عہد عیسیٰ کی پیدائش سے پہلے تھا اور نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کے پیروکار ہیں۔ پھر کیونکر اس کے مددگار ہو سکتے تھے؟

سدیؒ نے فرمایا: رومیوں نے بخت نصر کی مدد کی، مسجد میں مُردار لاکر ڈالے، یہ اس لئے کہ بنی اسرائیل نے یحییٰ بن زکریاؑ کو قتل کیا تھا، حسن بصریؒ کا بھی یہی قول ہے۔

دوسرا قول مانعین سے مراد وہ مشرکینِ مکہ ہیں جنہوں نے حدیبیہ کے روز رسول اکرم ﷺ کو مکہ جانے سے روکا تھا۔ یہاں تک کہ رسول اکرم ﷺ نے ذی طویٰ پر قربانی کے جانور ذبح کئے اور واپس چلے آئے۔ مشرکین سے بار بار کہا گیا کہ اس گھر سے کسی کو نہیں روکا گیا بلکہ یہاں تو آدمی اپنے باپ اور بھائی کے قاتل کو دیکھ کر بھی منع نہیں کرتا تھا۔ لیکن مشرکین نے ایک نہ سُنی، اور کہا کہ جنہوں نے ہمارے آباؤاجداد کو بدر کے روز قتل کیا وہ ہرگز ہمارے شہر میں داخل نہیں ہوں گے۔ (سعی خراب) ویرانی میں کوشاں سے مراد یہ ہے کہ جو کوئی بیت اللہ میں ذکر کرتا، حج یا عمرے کے لئے آتا تو اس کو منع کرتے، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قریش نے رسول اکرم ﷺ کو کعبے میں نماز پڑھنے سے منع کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن جریرؒ نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے اس دلیل سے کہ قریش نے ویرانی کعبہ میں کوئی

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

سعی نہیں کی جبکہ رومیوں نے تخریب بیت المقدس میں کوشش کی تھی۔ ابن کثیرؒ نے کہا ظاہر قول ثانی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جس وقت نصاریٰ نے یہودیوں کو بیت المقدس میں نماز سے روکا تھا اس وقت نصاریٰ کا دین یہود پر غالب تھا، یہی لوگ اَقرب تھے۔ یہود کا ذکر اس وقت مقبول نہ تھا اس لئے کہ اس سے پہلے وہ حضرت داوٗدؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی زبان سے ملعون ہو چکے تھے،

یہود و نصاریٰ کی مذمت کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی مذمت کی جنہوں نے رسول اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو مکے سے نکال دیا تھا اور مسجد الحرام میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ رہی یہ بات کہ قریش نے کعبہ کی ویرانی میں کوئی کوشش نہیں کی تو اس سے زیادہ اور خرابی کیا ہوگی کہ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو نکال دیا اور اپنے بتوں کو لے کر غالب بن بیٹھے شرک کو رواج دیا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْا اَوْلِيَآءَهٗ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (الانفال: 34)

"اور اب ان کے لئے کون سی وجہ ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ دے۔ جبکہ وہ مسجدِ حرام سے روکتے ہیں اور وہ اس مسجد کے مُتوَلّی بھی نہیں ہیں، اس کے متولی تو صرف پرہیز گار ہیں لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے"

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ○ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴾ .... (التوبہ: 17)

"مشرکوں کو زیبا نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جبکہ وہ خود کُفر پر قائم ہوں ان لوگوں کے سب اعمال بے کار ہیں اور یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ اللہ کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان لاتے ہیں اور نماز پڑھتے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ یہی لوگ اُمید ہے کہ ہدایت یافتہ ہوں گے"

تیسری جگہ فرمایا:

﴿ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۚ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ ..... (فتح: 25)

"یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجدِ حرام سے روک دیا اور قربانیوں کو بھی کہ اپنی جگہ پہنچنے سے رُکی رہیں اور اگر ایسے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم جانتے نہیں تھے کہ اگر تم ان کو پامال کر دیتے تو تم کو ان کی طرف سے بے خبری میں نقصان پہنچ جاتا تو بھی تمہارے ہاتھ سے فتح ہو جاتی مگر تاخیر اس لئے ہوئی کہ اللہ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے اگر دونوں فریق الگ ہو جاتے تو جو ان میں کافر تھے ان کو ہم دُکھ دینے والا عذاب دیتے۔

تشریح:

سو جب ایسے لوگ وہاں سے نکالے گئے جو مومن، نمازی اور زکوۃ ادا کرنے والے تھے تو اس سے بڑھ کر اور کیا کعبے کی ویرانی ہوگی۔ تعمیر سے مراد یہ نہیں کہ اس کی اچھی شکل بنائیں اس کے خوبصورت نقش و نگار ہوں بلکہ مسجد کی آبادی یہی ہے کہ اس میں اللہ کا ذکر ہو۔ شریعتِ مُطہرہ قائم کی جائے۔ کفر و شرک کی نجاست سے پاک و صاف رہے۔ اس جملے کا مطلب کہ "مسجد میں ڈرتے ہوئے داخل ہوں" یہ ہے کہ اے مسلمانو! جب تمہیں غلبہ حاصل ہو تو ان ظالموں کو بیت اللہ میں نہ آنے دو ہاں اگر صلح اور جزیہ دے کر آنا چاہیں تو کچھ حرج نہیں۔

اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے مکہ فتح کیا تو یہ حکم دے دیا کہ منیٰ کے اندر اس بات کی

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

منادی کردو کہ آئندہ سال کوئی مشرک حج کو نہ آئے۔ اور نہ برہنہ ہو کر اس گھر کا طواف کرے۔ ہاں جس کے لئے کوئی مدت متعین ہے تو وہ مدت پوری کرے۔ بعض نے کہا کہ مسجد میں نہ آئیں مگر ہیبت زدہ اور کانپتے ہوئے، تاکہ کہیں مومنین ان کو پکڑ نہ لیں۔ کسی نے کہا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت ہے کہ وہ مسجد الحرام اور ساری مسجدوں پر عنقریب غالب آئیں گے اور مشرک اس قدر ذلیل ہوں گے کہ بے خوف ہو کر مسجد میں نہ آسکیں گے۔ ہر کسی کو یہ ڈر ہو گا کہ کہیں اسے پکڑ کر سزا نہ دی جائے یا قتل نہ کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ وعدہ پورا کیا کہ مشرکوں کو بیت الحرام میں داخلے سے روک دیا۔

رسول اکرم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ جزیرۂ عرب میں دو دین باقی نہ رہنے پائیں۔ یہود و نصاریٰ کو عرب سے نکال دیا جائے۔ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ یہ بات عمومِ آیت میں داخل ہے کہ نصاریٰ نے بیتُ المقدس پر ظلم کیا جس طرف یہودی نماز پڑھتے تھے اس کو تباہ کر دیا تو شرعاً ذلت کے مستحق ہوئے اسی طرح یہود اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں حد سے بڑھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت بڑی سزا دی۔ اس لئے ان لوگوں نے دُنیا کی رُسوائی کی تعبیر حضرت مہدیؑ کے خروج سے کی ہے۔ یہی قول سدیؒ، عکرمہؒ، وائل بن داؤدؒ کا ہے۔

قتادہ نے کہا اس رسوائی سے مراد یہ ہے کہ ذلیل ہو کر آئیں اور اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں مگر صحیح قول یہ ہے کہ دنیا کی رسوائی ان سب چیزوں پر محمول ہے۔ حدیث میں دنیا کی رسوائی سے پناہ مانگی گئی ہے۔ بشیر بن ارطات رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

« اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْأُمُوْرِ كُلِّهَا وَ اَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَ عَذَابِ الْآخِرَةِ » ... (مُسند احمد)

فتح البیان میں ہے کہ مساجد کی ویرانی سے مراد یہ ہے کہ انہیں گرا دیا جائے یا وہاں عبادات سے منع کر کے انہیں بے کار و معطل کر دیا جائے جیسے علم کا سکھانا، اعتکاف کرنا، نماز کا انتظار کرنا، سو کسی حال میں مانعین وہاں نہ آئیں مگر ڈرتے کانپتے لرزتے ہوئے کیونکہ بیت المقدس نصاریٰ کے حج و زیارت کی جگہ ہے۔ بعض کا قول

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہے کہ خوف کا مطلب ذمی سے جزیہ لینا اور حربی کا قتل کرنا ہے کسی نے کہا قسطنطنیہ، روم اور عموریہ کی فتح ہے۔ مگر پہلا قول یہی اولیٰ ہے نیز اس آیت میں اہلُ اسلام کو یہ ارشاد ہے کہ کافروں کو مسجدوں سے دور رکھیں، خواہ کیسی ہی مسجد ہو اور کسی قسم کا کافر ہو، اس لئے کہ یہ حکم عام ہے اگرچہ سبب خاص ہے۔ دنیا میں ان کے لئے ذلت، قتل و گرفتاری اور جزیہ وقید ہے، آخرت میں عذابِ عظیم سے مراد دوزخ کی آگ ہے۔

آیت نمبر ۱۱۵

وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ
فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

"اور مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کا ہے، تو جدھر تم رخ کرو اللہ تعالیٰ کی ذات اُدھر ہی ہے، بیشک اللہ تعالیٰ صاحبِ وُسعت اور باخبر ہے"

تشریح:

یہود و نصاریٰ کا ایک جھگڑا یہ بھی تھا کہ ہر کوئی اپنے قبلہ کو ہی بہتر بتاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ ایک طرف مخصوص نہیں ہے، جس طرف منہ کرو وہ متوجہ ہے۔ اس آیت میں رسولِ اکرم ﷺ کی تسلی کا سامان ہے۔ آپ ﷺ کو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو جب بیت اللہ میں نماز پڑھنے سے روکا گیا تو آپ ﷺ کعبے کے سامنے بیت المقدس کی طرف ہی منہ کرکے نماز پڑھتے تھے اور مدینہ طیبہ میں بھی سولہ سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ کعبے کو آپ ﷺ کا قبلہ بنادیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا! قرآن مجید میں سب سے پہلا حکم جو منسوخ ہوا وہ قبلہ کا تھا۔ ناسخ آیت یہ ہے:

﴿ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ﴾ .... (البقرہ: 150)

"اور تم جہاں سے نکلو مسجد حرام کی طرف منہ کرکے نماز پڑھو اور مسلمانو تم جہاں بھی ہوا کرو اِسی مسجد کی طرف رخ کیا کرو"

پھر فرمایا:

"وجہ اللہ" سے مراد قبلہ ہے۔ مجاہدؒ نے فرمایا: تم جہاں کہیں ہو کعبے کی طرف منہ کرو۔

ابن جریرؒ نے فرمایا: اس آیت کا نزول کعبے کے قبلہ متعین ہونے سے پہلے ہوا۔

یعنی جب مشرق و مغرب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو کوئی جگہ اس سے خالی نہیں۔ جس طرح فرمایا:

﴿ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ﴾ ... (المجادلہ- 7:)

"اور نہ اس سے کم یا زیادہ مگر وہ اس کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ کہیں ہوں"

تشریح:

پھر جب مسجد حرام کو قبلہ متعین کردیا گیا تو ہر سمت کا حکم منسوخ ہوگیا۔ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات اس لئے کہی کہ کوئی جگہ اللہ تعالیٰ سے خالی نہیں ہے۔ اس سے مراد اگر اللہ تعالیٰ کا علم ہے تو صحیح ہے کیونکہ اس کا علم تمام معلومات پر مُحیط ہے۔ لیکن اس کی ذات ساری مخلوقات میں سے کسی میں محصور نہیں ہو سکتی۔ ...تعالی عن ذلک عُلُوا کبیرا

پھر ابن جریرؒ نے فرمایا: کہ بعض کے نزدیک یہ آیت رسول اکرم ﷺ کے لئے اس بات کی اجازت ہے کہ نفلی نماز سفر و شدت خوف میں چاہے جس طرف منہ کرکے پڑھیں۔ ابن عمر نے فرمایا: رسول اکرم ﷺ کعبے کی طرف منہ کرتے تھے پھر سواری جدھر چاہے رخ شریف میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے آیا ہے، اگر خوف زیادہ ہو تو تم پیادہ یا سوار یا قبلے لہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھو۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سمجھتا

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہوں، حضرت عبداللہ بن عمر اس قول کو آنحضرت ﷺ کی طرف نسبت کرتے تھے۔

ابنِ کثیرؒ فرماتے ہیں: امام شافعیؒ نے عام سفر اور خوف کے سفر میں کچھ فرق نہیں کیا، نفل نماز سواری پر ہی پڑھی، یہی قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔ مگر مالکیہ اس سے متفق نہیں ہیں۔ ابویوسف، ابوسعید اصطخری نے یہ اختیار کیا ہے کہ سفر و حضر میں سواری پر نماز نفل ادا نہ کرے۔ یہی قول انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔ طبریؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اس آیت کا نزول ان لوگوں کے حق میں ہوا جنہیں قبلہ معلوم نہ تھا اور ہر کسی نے اپنے اپنے قبلے کا تعین کر کے نماز پڑھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آگاہ کر دیا کہ تمہاری نماز ہو گئی۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک اندھیری رات میں ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے لوگوں نے پتھروں سے مسجد بنا کر نماز پڑھی صبح معلوم ہوا کہ قبلہ اس طرف نہ تھا، رسول اکرم ﷺ سے عرض کی گئی ہمارا قبلہ درست نہ تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لیکن اس کی سند میں ضُعف ہے۔ اس جیسی اور حدیثیں بھی تھوڑے مختلف الفاظ میں آئی ہیں۔ ابن کثیرؒ نے فرمایا گو ان میں ضعف ہے مگر بعض کو قوی کرتی ہیں۔

اسی طرح جو نماز قبلے کی طرف منہ کر کے نہیں پڑھی گئی اس کی قضاء ہے یا نہیں۔ اس میں دو قول ہیں لیکن روایات عدم قضاء پر دالّ ہیں۔

غائبانہ نمازِ جنازہ

بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ یہ آیت نجاشی کے حق میں اُتری جب رسول اکرم ﷺ نے نجاشی کی نمازِ جنازہ غائبانہ پڑھنا چاہی تو بعض نے کہا کہ نجاشی بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز نہیں پڑھتا تھا۔ قتادہؒ نے فرمایا: وہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا تھا اور بیت المقدس کے قبلہ منسوخ ہونے کی خبر اسے نہیں ملی تھی۔ قرطبیؒ نے فرمایا: رسول اکرم ﷺ نے نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ غائبانہ درست ہے۔ بعض کا خیال ہے غائبانہ نمازِ جنازہ صرف آپ ﷺ کے لئے مخصوص تھی، میں کہتا ہوں کہ خصوصیت پر کوئی صحیح دلیل نہیں۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

جب صحیح دلیل نہیں ہے تو ہر غائب پر پڑھنا مسنون ہوا یہی بات صحیح ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: مشرق اور مغرب کے درمیان اہل مدینہ، اہل شام اور اہل عراق کا قبلہ ہے (ابن مردویہ) ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو اس جگہ خاص مناسبت ہے۔ بہت سے دوسرے صحابہ کرامؓ سے بھی یہ بات منقول ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تو مغرب کو دائیں طرف اور مشرق کو بائیں طرف کرے گا تو قبلہ درمیان میں ہوگا، اسے دار قطنی نے درست کہا ہے۔

مدینہ کے لوگ جنوب کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہیں۔ ہند کے لوگ مغرب کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہیں، مسجد الحرام میں چاروں طرف سے منہ کرتے ہیں۔ ابن جریرؒ نے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ یہ آیت ایک دعا کے حق میں اتری۔ حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿ اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ .... تو لوگوں نے کہا ہم کدھر منہ (کرکے دعا) کریں تب یہ آیت نازل ہوئی ﴿ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ ﴾ .... معلوم ہوا کہ دعا ہر طرف منہ کرکے درست ہے گو قبلہ رو ہو کر مانگنا افضل و اولیٰ ہے

"واسع" سے مراد جو بندوں پر ان کے دین کے بارے میں گنجائش عطاء کرے یعنی جو بات ان کی طاقت سے باہر ہے اس کی تکلیف نہ دے۔ اس کا علم سب کو سمالے، جیسے فرمایا: ﴿ وَسِعَ كُلَّ شَيْئٍ عِلْمًا ﴾ مفسرین نے کہا "واسع" وہ ہے جس کا جود وسخا ہر شے کو سمالے "علیم" وہ ہے جس کو ہر چیز کا علم ہو، کوئی چیز اس کے علم سے غائب نہ ہو۔

آیت نمبر ۱۱۶

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۖ بَل لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ كُلٌّ لَّهُ قَانِتُونَ

"اور یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے (نہیں) وہ پاک ہے،

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

بلکہ جو کچھ آسمانوں و زمین میں ہے، سب اسی کا ہے اور سب اس کے فرمانبردار ہیں

(وہی) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو

ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا، تو وہ ہو جاتا ہے"

تشریح:

یہ اور اس سے ساتھ والی آیت میں نصاریٰ اور یہود کا ردّ ہے اور ان مشرکینِ عرب کا بھی

جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں ٹھہراتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس دعویٰ کو باطل قرار دیا۔ اپنی تقدیس کے

بعد فرمایا: آسمانوں و زمین کی ہر چیز پر اس کا تصرف ہے وہی سب کا خالق، رازق، مُسخر، مُصرف ہے،

جو چاہے سو کرے، سب اس کے بندے اور غلام ہیں، پھر ان میں سے کیا کوئی اس کی اولاد ہو سکتا

ہے، اولاد تو جب ہو گی جب کوئی تناسب چیز (جنس) سے ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کی کوئی نظیر نہیں، عظمت و کبریائی میں کوئی اس کا ہمسر نہیں، جب اس کی بیوی

ہی نہیں تو اولاد کیسے ہو سکتی ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:

﴿ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ

كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ ..... (الانعام: 102)

"وہی آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اس کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے، جبکہ اس کی

بیوی ہی نہیں، اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے"

پھر فرمایا:

﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ

يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝

وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ۝ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِي

الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۝ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

فَرْدًا ۝ ﴾ ..... (مریم: 88-95)

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"اور کہتے ہیں اللہ بیٹا رکھتا ہے، ایسا کہنے والو یہ تم بہت بُری بات زبان پر لاتے ہو۔ قریب ہے کہ اس (جھوٹ) سے آسمان پھٹ پڑے اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں کہ انہوں نے اللہ کے لئے بیٹا تجویز کیا اور اللہ کے شایانِ شان نہیں کہ کسی کو بیٹا بنائے، تمام اشخاص جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، اللہ کے روبرو بندے بن کر آئیں گے اس نے ان سب کو اپنے علم سے گھیر رکھا ہے اور ایک ایک کو شمار کر رکھا ہے۔ اور سب قیامت کے دن اس کے سامنے فرداً فرداً حاضر ہوں گے"

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ ۝ اللهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ ..... (سورۃ الاخلاص)

"کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے، وہ بے نیاز ہے، نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں"

تشریح:

ان آیات میں اللہ پاک نے یہ وضاحت فرمائی کہ وہی ایک ذات سید عظیم ہے جس کی کوئی نظیر اور شبیہ نہیں۔ ساری کائنات اس کے علاوہ اس کی مخلوق اور اسی کی محتاج ہے، پھر اس کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے۔

امام بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

اللہ فرماتا ہے، ابن آدم نے مجھے جھٹلایا، یہ اسے لائق نہ تھا، ابن آدم نے مجھے گالی دی، یہ اسے جائز نہ تھا..... ابن آدم کا جھٹلانا یہ ہے کہ اس کا خیال ہے کہ میں اس کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہوں۔ اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میری اولاد ہے، سو میں بیوی بچوں سے تو بے نیاز ہوں۔

صحیحین میں مرفوعاً آیا ہے، ایسے بیہودہ الفاظ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانا مناسب

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

نہیں، لیکن اللہ تو صابر ہے، وہ اس کی اولاد ٹھہراتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ انہیں رزق اور تندرستی دیتا ہے، اولاد ٹھہرانے والے یہود و نصاریٰ ہیں۔ یہود نے حضرت عُزیرؑ کو اللہ کا بیٹا کہا، نصاریٰ نے حضرت مسیحؑ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا جانا اور کفار عرب نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں گردانا۔

"قَانِتٌ" کی تشریح:

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "قانت" کے معنی "نمازی" ہیں۔ عکرمہؒ نے فرمایا: قانت وہ ہے جو "اپنی بندگی" کا اقرار کرے، سعید بن جُبیرؒ نے کہا قنوت کے معنی "اخلاص" ہیں۔ ربیع بن انسؒ نے فرمایا: قانت کہتے ہیں جو قیامت کے دن "قائم و دائم" ہو۔ سعدیؒ نے فرمایا: روزِ حشر مطیع اور "فرمانبردار"، مجاہدؒ نے فرمایا: "تابعدار" یعنی جب کہا کہ تو ہو جا (انسان) تو ہو گیا۔ دوسرا قول مجاہدؒ کا یہ ہے، کافر کا فرمانبردار ہونا یہ ہے کہ اس کا سایہ سجدہ کرتا ہے اور وہ جی میں ناخوش ہے۔ ابن جریرؒ نے اسی قول کو اختیار کیا کیونکہ اس میں سارے معانی آجاتے ہیں کیونکہ "قنوت" اور "طاعت" استکانت الی اللہ شرعی اور قدری ہوتی ہے۔

﴿ وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّ ظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴾ ..... (الرعد ۱۵)

"اور جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں ہے، خوشی یا مجبوراً اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرتی ہے اور ان کے سائے بھی صبح و شام سجدہ ریز ہوتے ہیں"

حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ میں بھی مرفوعاً آیا ہے کہ قرآن کی جس آیت میں قنوت کا لفظ آیا ہے۔ اس سے مراد اطاعت ہے، (ابن ابی حاتم) امام احمدؒ نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے، لیکن سند ضعیف ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ یا تابعیؒ کا کلام ہو، اس قسم کے اسانید تفاسیر میں بہت آتے ہیں، ان پر دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔

"بَدِيْعُ" کی تشریح:

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

بدیع وہ ہے جو بے مثال ہو پہلے کی طرح موجود شے سے مختلف ہو۔ مجاہدؒ اور سدیؒ نے کہا کہ یہی معانی مقتضائے لغت ہیں۔ اسی لئے تو ایجاد اور احداث کو بدعت کہتے ہیں (ایجاد بندہ) صحیح مسلم میں ہے، اِنَّ کُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ بیشک ہر نئی چیز ایجادِ بندہ (بدعت) ہے۔ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں بدعت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک بدعتِ شرعیہ جیسے، رسول اکرم ﷺ کا فرمان:

﴿ کُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَکُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ﴾

"ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔ دوسری بدعتِ لغویہ ہے

جیسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تراویح کے بارے میں فرمان نِعْمَةُ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کو تراویح پر جمع کر کے مستقل کیا تھا اس پر یہ حکم فرمایا: علامہ ابن کثیرؒ کے اس قول پر یہ بات ثابت ہوئی کہ ہر بدعت شرعی گمراہی ہوتی ہے، بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ میں تقسیم نہیں ہوتی۔ اگر کوئی تقسیم ہے تو شرعی اور لغوی ہے۔ پس اگر کوئی بات صحیح اور حق ہے تو یہی ہے اس لئے کہ حدیث مرفوع میں بدعت کی اس تقسیم کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ جن علماء و فقہا نے بدعت کو پانچ یا کم و بیش عدد پر تقسیم کیا ہے وہ صرف ان کی رائے اور قیاس ہے، سو یہ دونوں حجت نہیں ہیں۔

ابن جریرؒ نے فرمایا: "بدیع بمعنی مُبدع" وہ ہے جو ایسی چیز بنائے جو اس سے پہلے کسی نے اس جیسی نہ بنائی ہو۔ اسی وجہ سے "مبتدع فی الدین" کو مبتدع کہتے ہیں۔ کہ جو چیز کسی دوسرے نے دین میں نہیں نکالی تھی اس نے نئی پیدا کی۔ اسی طرح ہر مُحدِث قول یا فعل غیر متقدم (جو پہلے نہ کیا گیا ہو) کو لغت میں مبتدع کہتے ہیں۔ پھر ابنِ جریرؒ نے لکھا ہے، اس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو، وہ تو سارے آسمان و زمین کا مالک ہے، یہ سب اس کی وحدانیت کی گواہی دیتے ہیں، طاعت کا اقرار کرتے ہیں، وہ ان سب کا خالق، باری اور مُوجد ہے، اس نے بغیر اصل اور مثالِ سابق کے ہر چیز کو بنایا نیز اس میں بندوں کو آگاہ کرنا ہے کہ وہ مسیحؑ جس کو یہ اللہ کا بیٹا کہتے ہیں وہ بھی اس بات کی گواہی دیتا ہے، سو جس نے آسمان و زمین کو بغیر کسی اصلِ سابق و مثالِ متقدم کے بنایا اس نے مسیحؑ کو بھی اپنی قدرت کے بغیر

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

باپ کے پیدا اور ایجاد کیا۔

ابن کثیرؒ نے فرمایا: ابن جریرؒ کا یہ کلام جید اور عبارت ان کی صحیح ہے۔

کُنْ فَیَکُوْن اس ارشاد میں کہ جب ہم کوئی حکم کرتے ہیں تو فقط "کُن" کہنے سے وہ شے معرضِ وجود میں آجاتی ہے۔ اپنی کمالِ قدرت اور "عظیم سلطان" کو بیان کیا ہے کہ ایک بار "کُن" کہہ دینا اس چیز کے بن کر تیار ہو جانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے ارادے کے مطابق کافی ہو جاتا ہے۔

﴿ اِنَّمَا اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴾ ... (یٰسین ۸۲)

"اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے"

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴾ (النحل: ۴۰)

"جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہماری بات یہی ہے کہ اس کو کہہ دیتے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے"

پھر فرمایا:

﴿ وَمَاۤ اَمْرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ﴾ (القمر: ۵۰)

"ہم نے ہر چیز مقرر اندازے کے ساتھ پیدا کی ہے اور ہمارا حکم تو آنکھ کے جھپکنے کی طرح ایک بات ہوتی ہے"

شاعر نے کہا:

اذا ما اراد اللہ امرا فانما
یقول له کن قوله فیکون

"جب اللہ تعالیٰ کسی معاملے کا ارادہ کرلیتا ہے تو بس اتنا ہی کہتا ہے ہو جا، وہ چیز معرضِ وجود میں آجاتی ہے"

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ کا پیدا ہونا بھی اسی حکم "کُنْ فَیَکُوْنُ" سے ہوا۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴾ (آل عمران: ۵۹)

"عیسیٰؑ کا حال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدمؑ کا سا ہے کہ اس نے (پہلے) مٹی سے ان کا قالب بنایا پھر فرمایا کہ (انسان) ہو جا تو وہ پھر (انسان) ہو گئے"

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سچ مچ یہی حرف "کُنْ" ارشاد ہوتا ہے۔ اور یہ بات نہیں کہ یہ مجاز ہو حقیقت نہ ہو کیونکہ کوئی امر حقیقی معانی اختیار کرنے پر مانع نہیں، نہ کوئی دلیل تاویل کے لئے آئی ہے، پھر بیضاوی" وغیرہ کا یہ کہنا کہ وہاں کوئی قول نہیں ہے، فقہاء نے اس لفظ سے تعبیر کیا ہے' نہ یہ کوئی فلسفیانہ بات ہے اور نہ کوئی دلیل......!

فیکس: 7657043
583733
583601

جامعۃ لاہور الاسلامیۃ

میں وفاق المدارس کے ایم-اے (عربی/اسلامیات) کے لئے

درجہ تخصص کا ایک سالہ پروگرام

جسے سعودی وزارت تعلیم نے ریاض، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی اسلامی یونیورسٹیوں کے فضلاء کے مساوی تسلیم کر کے مذکورہ جامعات میں مزید اعلیٰ تعلیم کا اہل قرار دیا ہے۔

اس میں اعلیٰ علمی تحقیق اور عربی زبان کی مہارت کے علاوہ کمپیوٹر ٹریننگ کا مفت انتظام شامل ہے۔

ف پانچ وظائف کے لئے درخواست کی آخری تاریخ ۳۱ - مئی ۱۹۹۴ء ہے۔

انٹرویو: ۴- جون ۱۹۹۴ء (ان شاء اللہ)

حافظ عبد الرحمن مدنی مدیر جامعہ لاہور الاسلامیہ ۹۹- جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ